بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

علامہ فراہیؒ سمینار

سید جلال الدین عمری

موجودہ دور میں سمینار کی روایت عام سی ہوگئی ہے۔ ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن بعض سمینار اپنی خصوصیات کی بنا پر عرصہ تک یاد رکھے جانے کے قابل ہوتے ہیں۔ مولانا فراہی سمینار اسی طرح کا ایک سمینار تھا، جو ۸، ۹، ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو مولانا کی روحانی اور علمی یادگار مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ میں منعقد ہوا۔ یہ پرانے انداز کے ایک مدرسہ میں جدید درس گاہوں اور یونیورسٹیوں کے معیار کا بہت شاندار سمینار تھا۔ اس کے تمام اجلاس مدرسہ کی زیرِ تعمیر وسیع اور خوب صورت عمارت میں ہوئے۔ اس کے نظم و انتظام اور خوش سلیقگی کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ اس میں مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے ان فارغین کا بڑا ہاتھ تھا جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے وابستہ ہیں جن کے سرخیل ہمارے محترم دوست ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی ہیں۔

موجودہ تعصب اور گروہ بندی کی فضا میں زیادہ تر سمینار اپنے اپنے حلقوں کے ہو کر رہ گئے ہیں، لیکن فراہی سمینار میں خدا کا شکر ہے بغیر کسی ذہنی تحفظ کے ہر طبقہ کے اہلِ علم و دانش کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ سمینار کے لیے پچاس سے زیادہ مقالات لکھے گئے تھے۔ وقت کی کمی کے باعث زیادہ تر مقالات کی صرف تلخیص پیش کی جاسکی۔ بعض مقالات کی تلخیص کے لیے بھی وقت نہیں نکالا جاسکا۔ ایک زمانہ تھا مولانا فراہی اور ان کا فکر ایک محدود حلقہ میں زیرِ بحث رہا کرتا تھا۔ اس سمینار سے اندازہ ہوا کہ اس کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔

سمینار کا آغاز ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی کے خطبۂ استقبالیہ سے ہوا۔ اس میں مولانا فراہی کی خدمات کا بڑے خوب صورت انداز میں تعارف تھا۔ عالم اسلام کی معروف و محترم شخصیت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے اپنے افتتاحی خطاب میں مولانا فراہی کی علمی خدمات کا

کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے دورِ طالب علمی ہی سے مولانا کی تصنیفات سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ مولانا فراہی کی زیادہ تر تصنیفات عربی زبان میں ہیں۔ مولانا نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ عالم عرب میں مولانا فراہی کا جس طرح تعارف ہونا چاہیے نہیں ہوسکا۔ اس میں مولانا فراہی کے وابستگان ہی کا نہیں ہم سب کی کوتاہی کا دخل ہے۔ اس کے ساتھ مولانا نے ایک اہم حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے کسی بھی فرد پر خواہ وہ کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو کلی اعتماد اور انحصار نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن کا مطالعہ براہِ راست ہونا چاہیے۔ کسی دوسرے کی نظر سے قرآن کا مطالعہ ایک حجاب ہے۔ یہ حجاب جب تک نہ اٹھے قرآن کے اسرار و رموز منکشف نہیں ہوسکتے۔ میرے خیال میں یہ اتنی بڑی حقیقت ہے جسے نگاہوں سے کبھی اوجھل نہیں ہونا چاہیے۔

سمینار میں مولانا فراہی کی شخصیت کے گوناگوں پہلو زیر بحث آئے۔ ان میں مولانا کی سوانح، ان کی علمی عظمت، ان کا منہج تفسیر، مختلف مسائل پر ان کے نظریات، لغت بلاغت، ادب اور شاعری میں ان کا مقام سب کچھ شامل تھا۔

سمینار جب کسی بڑی شخصیت پر ہوتا ہے تو بالعموم اس کی خوبیوں کو نمایاں کیا جاتا اور خامیوں کے ذکر سے احتراز کیا جاتا ہے یوں کہنا چاہیے کہ ایک طرح کی مدح سرائی ہوتی ہے۔ اس سمینار کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں مولانا فراہی کی تعریف و توصیف ہی نہیں تھی بلکہ ان کے بعض خیالات اور رایوں پر تنقید بھی تھی۔ لیکن ہر بات بڑے سلیقہ سے کہی گئی اور پوری سنجیدگی اور فراخ دلی کے ساتھ سنی گئی۔

ہر سشن کی صدارت کسی نہ کسی صاحب علم نے کی۔ ایک سشن کی صدارت کی ذمہ داری مجھ طالب علم پر ڈالی گئی۔ موضوع تھا مولانا فراہی اور حدیث۔ یہ نسبتاً زیادہ اختلافی موضوع تھا۔ اس میں جو مقالات پڑھے گئے وہ دو طرح کے تھے۔ ایک تو وہ مقالات تھے جن میں بتایا گیا تھا کہ مولانا نے بعض اہم مسائل میں صریح احادیث کو نظر انداز کیا ہے اور دوسرے وہ مقالات تھے جن میں احادیث کے بارے میں مولانا کے نقطۂ نظر کی حمایت کی گئی تھی۔ بحث کے دوران امت کا تعامل، اخبار متواترہ، اخبار احاد، بخاری اور دیگر کتب حدیث کی حیثیت جیسے مسئلے بھی چھڑ گئے۔

صدارتی تقریر میں میں نے دو چار باتوں کو ابھارنے کی کوشش کی۔

ایک یہ کہ اس میں شک نہیں مولانا نے بعض احادیث پر تنقید کی ہے۔ اس کی بنیاد پر کچھ لوگ مولانا کو منکرین سنت یا منکرین حدیث کی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ یہ بڑی زیادتی ہے۔ اس طرح کی تنقیدیں ہمیں محدثین کے یہاں بھی ملتی ہیں۔ مولانا سنت کو شریعت کی بنیاد مانتے ہیں اور قرآن کی تفسیر میں وقت ضرورت اس سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ مولانا نے جن روایات پر تنقید کی ہے ہر شخص کو حق ہے کہ اگر وہ اس تنقید کو غلط سمجھے تو اسے تسلیم نہ کرے اور قرآن و حدیث کا صحیح موقع و محل متعین کرے۔ میں بھی مولانا کی بعض تنقیدوں سے اتفاق نہیں کرتا۔

۲۔ دوسری بات میں نے یہ عرض کی کہ مولانا منکر حدیث ہوتے یا ان کے اندر حدیث کی تخفیف کا رجحان ہوتا تو ان کے تلامذہ اور وابستگان میں اس کے اثرات ضرور دیکھے جاتے۔ میرا تعلق ایک طویل عرصہ سے ایسے افراد سے رہا ہے جو فکر فراہی کے ترجمان کہے جا سکتے ہیں۔ مولانا فراہی کے تلامذہ میں سب سے نمایاں نام مولانا اختر احسن اصلاحیؒ کا ہے۔ مجھے ان کی خدمت میں دو چار بار حاضری اور استفادہ کا موقع ملا ہے۔ حدیث پر گفتگو میں میں نے مرحوم کو بہت ہی محتاط پایا۔ استاذ محترم مولانا جلیل احسن ندوی مرحوم فکر فراہی کے خاص ترجمان تھے۔ ان سے میں نے قرآن شریف کا معتدبہ حصہ سبقاً سبقاً پڑھا ہے۔ قرآن مجید کے مشکل مقامات پر تفصیلی گفتگو بھی ہوتی رہی ہے۔ برسہا برس کی طویل صحبت میں کبھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ وہ حدیث کو اہمیت نہیں دیتے یا اس کی تخفیف کرتے ہیں۔ انھوں نے حدیث کے جو مجموعے مرتب کیے ہیں (زادِ راہ، راہِ عمل اور سفینۂ نجات) ان سے حدیث سے ان کے تعلقِ خاص کا اظہار ہوتا ہے اور یہ کہ وہ اُسے ہدایت کا بہترین ذریعہ تصور کرتے ہیں۔ محترم مولانا امین احسن اصلاحی کے دروسِ حدیث بھی اسی ذیل میں آتے ہیں۔ مولانا فراہیؒ سے نسبت رکھنے والے بزرگوں میں مجھے سب سے زیادہ مخدومی مولانا صدرالدین اصلاحی سے استفادہ کا موقع ملا ہے۔ تین دہائیوں پر پھیلی ہوئی قربت و رفاقت میں میں نے دیکھا کہ وہ ہر مسئلہ میں علماءِ محققین کی طرح کتاب و سنت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی گراں قدر تصنیفات میں دین کی تفہیم و تشریح کے لیے جس طرح احادیث کے ذخیرہ سے استفادہ کیا ہے وہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث کو وہی اہمیت دیتے ہیں جس کی وہ مستحق ہے۔ یہ تفصیل میں نے اس لیے پیش کی کہ مولانا فراہی

نے حدیث کی اہمیت گھٹائی ہوتی تو اس کے اثرات سے ان کا حلقہ آزاد نہ ہوتا۔ اس کے بعد میں نے تواترِ سنت، اخبار احاد کا ان سے تعلق، خلفائے راشدین کے نظام شریعت و سیاست اور بخاری وغیرہ کی حیثیت کے بارے میں بعض اشارات کیے۔

سمینار کے دوران ۹ر اکتوبر کو بعد نمازِ مغرب مدرسۃ الاصلاح کی مسجد میں بستی کے عام لوگوں کے لیے ایک جلسہ عام بھی رکھا گیا تھا۔ اس میں مولانا نظام الدین اصلاحی اور مولانا محمد طاہر مدنی کے ساتھ راقم الحروف نے بھی اظہار خیال کیا۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالےٰ کی کتاب قرآنِ مجید نے دنیا میں جو انقلاب برپا کیا وہ ہر پہلو سے بے نظیر تھا۔ یہ انقلاب ہمہ جہتی تھا۔ اس نے عقیدہ و فکر، سیرت و اخلاق، تہذیب و معاشرت اور حکومت و سیاست کو نیا رخ دیا۔ فرد کو پاکیزہ زندگی عطا کی اور سماج کو عدل و انصاف سے بھر دیا۔ خدا سے انسان کا رشتہ جوڑا اور اس کے اندر آخرت کی جواب دہی کا احساس پیدا کیا۔ یہ ایسا انقلاب تھا کہ دنیا کے کسی انقلاب سے اس کی مثال بھی نہیں دی جا سکتی۔ آج بھی یہ انقلاب آسکتا ہے۔ اس لیے کہ جس کتاب کے ذریعہ یہ انقلاب آیا تھا، خدا کا کرم ہے کہ وہ جوں کی توں ایک لفظ کی کمی بیشی کے بغیر محفوظ ہے۔ جب کہ دوسری آسمانی کتابیں یا تو ناپید ہو گئیں یا ان میں اس قدر تحریف ہو گئی کہ اصل کا پہچاننا بھی مشکل ہے۔ اسی طرح جس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ یہ انقلاب آیا اس کی زندگی اور سنت کا رکارڈ پوری طرح محفوظ ہے۔ جب کہ کسی نبی اور پیغمبر کی زندگی کی تفصیلات سے واقفیت کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کتاب و سنت کو تھام لیں اور فرد اور سماج کی تعمیر کا عزم لے کر اٹھیں۔

گزشتہ ۲۸ سال سے دہلی سے شائع ہونے والا مسلم ملت اور اسلام کا انگریزی ترجمان
ریڈینس ویکلی یوم جمہوریہ ۲۶ر جنوری ۹۲ء کے موقع پر
(MUSLIMS IN INDIA)
ہندوستانی مسلمان
کے موضوع پر ایک خاص نمبر شائع کر رہا ہے
یہ خصوصی شمارہ انشاء اللہ ایک دستاویزی حیثیت کا حامل ہوگا
یہ خاص نمبر آپ کے نام اور آپ کی مصنوعات کو ملک کے گوشے گوشے سمیت دنیا کے ۵۰ ملکوں میں متعارف کرانے کا۔ ریڈینس میں اشتہار دینے کا آج فیصلہ فرمائیے۔ نرخ اشتہار: پورا صفحہ ۴۰۰۰/- نصف ۲۰۰۰/- چوتھائی ۱۰۰۰/-
Radiance Viewsweekly
2448 Baradari Ballimaran
DELHI 110006 Phone 2914843
Rs.150